© rasailojaraid.com

اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی

ایمان

۲- ایمان بالملائکہ

ایمان بالملائکہ کا مقصد فرشتوں پر ایمان دراصل ایمان باللہ کا تتمہ اور اس کا ضمیمہ لازمہ ہے۔ اس کا مقصد محض یہی نہیں ہے کہ ملائکہ کے وجود کا اثبات و اقرار کیا جائے، بلکہ مقصد اصلی یہ ہے کہ نظامِ وجود میں ان کی صحیح حیثیت کو سمجھ لیا جائے تاکہ ایمان باللہ خالص توحید پر قائم ہو، اور شرک و عبادت ماسوی اللہ کے تمام شائبوں سے پاک ہو جائے۔

جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے۔ ملائکہ کا ایک اجمالی تصور تمام ملل و نحل میں کسی نہ کسی طور پر موجود رہا ہے۔ اور اسی تصور پر مختلف مذاہب نے مختلف اعتقادات کی عمارتیں قائم کر لی ہیں۔ کسی کے نزدیک وہ نوامیس فطرت اور قدرت کی وہ طاقتیں ہیں جو نظامِ کائنات کے مختلف شعبوں کو چلا رہی ہیں۔ کسی کے خیال میں وہ دیوتا ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کارگاہ عالم کے ایک ایک محکمہ کا صدر ہے، مثلاً کوئی ہوا کا مالک، کوئی بارش کا، کوئی روشنی کا اور کوئی حرارت یا آگ کا۔ کسی کے اعتقاد میں وہ خدا کے نائب اور مددگار ہیں، کسی کے نزدیک وہ ارباب الانواع ہیں، کسی کے خیال میں وہ عقول ہیں، کسی کی رائے میں وہ خدا کے تصورات ہیں، اور کوئی ان کو خدا کی اولاد سمجھتا ہے۔

پھر کسی نے ان کا مادی جسمانی وجود مانا ہے، کسی نے انھیں مجردات و مفارقات میں سے شمار کیا ہے، کسی نے ان کو سیارات و نیرات کے ساتھ متحد الوجود کر دیا ہے۔ اور کسی نے ان کے متعلق دوسرے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عجیب وغریب تصورات قائم کئے ہیں۔ فی الجملہ ارباب مذاہب میں فرشتوں کے متعلق یہ اعتقاد عام رہا ہے کہ وہ کسی نہ کسی طور پر خدا کی خدائی میں شریک ہیں، اور اس لئے ان کے ہیکل یا بت بنا کر، یا ان کی تصویریں نقش کر کے ان کی عبادت کی گئی ہے، ان سے دعائیں مانگی گئی ہیں، ان کو حاجت روا، فریاد رس اور شفیع قرار دیا گیا ہے، اور اسی کی بدولت دنیا میں شرک کا ہنگامہ گرم رہا ہے

نظام وجود میں فرشتوں کی حیثیت قرآن نے اگر ایک طرف خدا کے وجود، صفات، اور افعال میں خالص اور کامل توحید قائم کی اور دوسری طرف ملائکہ کا ایک صحیح تصور پیش کیا تا کہ وہ دروازہ ہی بند ہو جائے جس سے شرک داخل ہوتا ہے۔ اس نے فرشتوں کی حقیقت سے کوئی بحث نہ کی کہ یہ بحث دور از کار ہے، اپنے اندر کوئی جوہریت نہیں رکھتی، انسان کے لئے نہ اس میں کوئی فائدہ ہے، اور نہ اس کو انسان سمجھ سکتا ہے، اصل مسئلہ جو تصفیہ طلب تھا وہ صرف یہ تھا کہ نظام وجود میں فرشتوں کی حیثیت کیا ہے، اور اس کو قرآن مجید نے خوب واضح کر دیا۔ اس نے بتایا کہ فرشتے خدا کی اولاد نہیں، نہ اس کے شریک کار ہیں، بلکہ محض اس کے بندے اور غلام ہیں۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ، لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ، يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ (۲۱ : ۲)	کافروں نے کہا کہ اللہ اولاد رکھتا ہے۔ پاک ہے خدا وہ (فرشتے) تو اس کے معزز بندے ہیں اس کے آگے بڑھ کر بات تک نہیں کر سکتے، اور بس وہی کرتے ایں جس کا وہ حکم دیتا ہے۔ جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے سب کو خدا جانتا ہے، وہ کسی کی سفارش نہیں کر سکتے سوائے اس کے جسے خدا پسند فرماتا ہو، اور وہ جلال خداوندی سے ڈرتے رہتے ہیں۔

ان کی حیثیت مدبرات امر کی ہے (۷۹ : ۱) یعنی وہ صرف ان امور کی تدبیر کرتے ہیں جو اللہ نے

© rasailojaraid.com

ان کے سپرد کر دیے ہیں۔ خدائی میں شریک ہونا تو درکنار ان میں اتنی مجال بھی نہیں کہ اس کے حکم سے ایک سرمو تجاوز کر سکیں ان کا کام تو محض اطاعت اور عبادت ہے ایک لمحہ کے لئے بھی وہ اپنے وظیفہ سے غافل نہیں ہوتے اور ہر دم اپنے رب کی تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں۔

يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ۔ (۱۳: ۲)۔ — بجلی حمد و ثنا کے ساتھ اس کی پاکیزگی بیان کرتی ہے اور فرشتے خوف کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ وَّالْمَلٰئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (۱۶: ۶) — اللہ ہی کے آگے سربسجود ہیں وہ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں چلتے پھرتے ہیں اور ملائکہ وہ سرتابی نہیں کرتے، اپنے رب سے جو اُن سے بالا تر ہے ڈرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جس کا حکم دیا جاتا ہے

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ (۲۱: ۲) — اسی کے مملوک ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور جو اس کے پاس (مقرب) ہیں۔ وہ اس کی بندگی سے سرتابی نہیں کرتے، تھکتے نہیں شب و روز اس کی تسبیح میں لگے رہتے ہیں اور سستی نہیں کرتے۔

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (۶۶: ۱) — وہ کبھی اس حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے جو خدا نے ان کو دیا ہے، اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے

اس تصور نے شرک کے لئے کوئی گنجائش باقی نہ رکھی۔ کیونکہ جن پر خدائی کا گمان کیا جا سکتا تھا وہ سب ہماری طرح عاجز و درماندہ بندے ثابت ہو گئے۔ اس کے بعد ہماری عبادتوں، ہماری نیازمندیوں، ہماری استعانتوں، اور ہمارے اعتماد و توکل کا مرجع بجز خدا کی ذات کے اور کون ہو سکتا ہے

انسان اور فرشتوں کی اضافی حیثیت

پھر یہی نہیں۔ اس سے آگے بڑھ کر قرآن مجید نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسان اور ملائکہ کی اضافی حیثیت بھی بتادی ہے تاکہ انسان ان کے مقابلہ میں اپنے مرتبے کو اچھی طرح سمجھ لے۔ کلام الٰہی میں جہاں تخلیق آدم کا ذکر کیا گیا ہے وہاں اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا تو ملائکہ کو ان کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا اور بجز ابلیس کے اور سب نے ان کو سجدہ کیا (بقرہ ۴۔ اعراف ۲، بنی اسرائیل ۷، کہف ۷، طٰہٰ ۷، صٓ ۵) ملائکہ نے اپنی تسبیح و تقدیس کی بنا پر آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں اپنی فضیلت کا دعویٰ کیا تو حق تعالیٰ نے ان کے اس دعویٰ کو رد فرما دیا اور امتحان سے کر ثابت کر دیا کہ ہم نے آدم کو تم سے زیادہ علم بخشا ہے۔ ابلیس نے اپنے مادۂ تخلیق کو بنائے فضیلت قرار دیکر آدم کی بزرگی تسلیم کرنے اور ان کے آگے سربسجود ہونے سے انکار کیا تو اسے ہمیشہ کے لئے راندۂ درگاہ کر دیا گیا۔ یہ چیز ایک طرف انسان میں عزت نفس کا احساس پیدا کرتی ہے، اور دوسری طرف اس کے تمام جذبات عبودیت کو خداپرستی کے مرکز پر سمیٹ لاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نظام وجود میں کوئی شے بجز حق تعالیٰ کے انسان سے افضل نہیں ہے۔ ملائکہ اگرچہ عِبَادٌ مُکْرَمُوْنَ ہیں اور تمام دوسری اشیاء پر فضیلت رکھتے ہیں مگر انسان کے آگے وہ بھی سربسجود ہو چکے ہیں۔ پھر انسان کا مسجود، اس کا معبود، اس کا مستعان و مجیب الدعوات، حضرت حق کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟۔

اس طرح ایمان بالملائکہ کے صحیح علم و معرفت پر قائم ہو جانے سے ایمان باللہ بالکل خالص اور منزہ ہو جاتا ہے۔

۳۔ ایمان بالرسل

حقیقت رسالت توحید کے بعد اسلام کا دوسرا بنیادی عقیدہ رسالت ہے جس طرح اعتقاد کی جہت میں توحید اصل دین ہے۔ اسی طرح اتباع کی جہت میں رسالت اصل دین ہے۔ رسالت کے لغوی معنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیغامبری کے ہیں۔ جو شخص کسی کا پیغام کسی دوسرے شخص کے پاس لیجائے وہ "رسول" ہے مگر اسلام کی اصطلاح میں رسول اس کو کہتے ہیں جو خدا کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچائے، اور خدا کے حکم سے راہ راست کی طرف ان کی رہنمائی کرے اسی لئے قرآن میں رسول کے لئے "ہادی" کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے، یعنی وہ جو سیدھا راستہ دکھائے۔

خدا نے ایک رہبر تو ہر انسان کے اپنے نفس میں مقرر کر رکھا ہے جو الہام الٰہی کی بنا پر اچھے اور برے خیالات، غلط اور صحیح اعمال کے درمیان تمیز کر کے انسان کو فکر و عمل کا سیدھا راستہ دکھاتا ہے جیسا کہ فرمایا وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا (۹۱) لیکن چونکہ اس رہنما کی ہدایت واضح نہیں ہے اور اس کے ساتھ بہت سی ذہنی اور خارجی قوتیں ایسی بھی لگی ہوئی ہیں جو انسان کو برے اعمال کی طرف کھینچتی رہتی ہیں اور ان وجوہ سے تنہا اس جبلی رہنما کی ہدایت بے شمار ٹیڑھے راستوں میں سے حق کی سیدھی راہ نکال لینے اور اس پر بے خطر چلنے میں انسان کے لئے کافی نہیں ہو سکتی اس لئے اللہ تعالیٰ نے خارج سے اس کمی کو پورا کیا، اور انسان کی طرف اپنے پیغامبر بھیجے تاکہ وہ علم و معرفت کی روشنی سے اس باطنی رہنما کی امداد کریں، اور اس مبہم فطری الہام کو آیات بینات کے ذریعہ سے واضح کر دیں جس کی روشنی جہالتوں اور گمراہ کن قوتوں کے ہجوم میں مدہم پڑ جاتی ہے۔

یہی منصب رسالت کی اصل ہے جو لوگ اس منصب پر سرفراز کئے گئے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک غیر معمولی علم اور نور بصیرت عطا کیا گیا ہے جس سے وہ ظن و تخمین کی بنا پر نہیں بلکہ علم الیقین کی بنا پر ان امور کی حقیقت جان سکے ہیں جن میں عامۃ الناس اختلاف کرتے ہیں اور اس نور بصیرت سے انہوں نے ٹیڑھے راستوں میں سے حق کا سیدھا اور صاف راستہ دیکھ لیا ہے۔

رسول اور عام رہنماؤں کا فرق | خارجی رہنما کی ضرورت ہر زمانہ میں انسان نے تسلیم کی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کبھی یہ دعوٰی نہیں کیا گیا کہ انسان کے لئے محض اس کے اپنے باطنی رہنما کی ہدایت کافی ہے۔ آباد اجداد خاندان، قبیلہ یا قوم کے بزرگ، اساتذہ، اہل علم، مذہبی پیشوا، سیاسی لیڈر، اجتماعی مصلحین اور اسی قسم کے دوسرے لوگوں کو جن کی دانشمندی پر بھروسہ کیا جا سکتا تھا ہمیشہ رہنمائی کا منصب دیا گیا ہے اور ان کی تقلید کی گئی ہے لیکن جو چیز ایک رسول کو ان دوسری قسم کے رہنماؤں سے ممتاز کرتی ہے وہ علم ہے۔ دوسرے رہنماؤں کے پاس علم نہیں ہے وہ محض ظن و تخمین کی بنیاد پر رائے قائم کرتے ہیں اور اس رائے میں ہوائے نفس کے عناصر بھی شامل ہو جاتے ہیں، اس لئے جو عقائد و قوانین وہ وضع کرتے ہیں، ان کے اندر حق اور باطل دونوں کی آمیزش ہوتی ہے۔ پورا پورا حق ان کے قائم کئے ہوئے طریقوں میں نہیں ہوتا۔ اسی حقیقت پر قرآن مجید بار بار متنبہ کرتا ہے کہ:۔

إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ (۵۳ : ۱)

وہ جس چیز کی پیروی کرتے ہیں وہ بجز گمان اور خواہشات نفس کے اور کچھ نہیں ہے۔

وَمَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا (۵۳ : ۲)

ان کے پاس کوئی علم نہیں ہے۔ وہ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور گمان کا حال یہ ہے کہ وہ حق کی ضرورت کو کچھ بھی پورا نہیں کرتا۔

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ (۳۰ : ۴)

مگر ظالموں نے اپنی خواہشات نفس کی پیروی کی بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی علم ہو۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ ثَانِيَ عِطْفِهِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ (۲۲ : ۱)

اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر کسی علم و ہدایت اور کتاب منیر کے جھگڑتا ہے اور تکبر کرتا ہے تاکہ اللہ کے راستہ سے بھٹکا دے

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ

اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا۔ جس نے اللہ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

هُدًى مِّنَ اللّٰهِ (۲۸ : ۵) سے آئی ہوئی ہدایت کے بجائے اپنی خواہش کا اتباع کیا

بخلاف اس کے رسول کو اللہ کی طرف سے "علم" عطا کیا جاتا ہے۔ اس کی رہنمائی گمان

اور ہوائے نفس کی بنا پر نہیں ہوتی .... بلکہ وہ

خدا کے بخشے ہوئے نور علم سے جس سیدھے رستے کو صاف اور واضح دیکھتا ہے اسی کی طرف ہدایت

کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں جہاں کہیں انبیا علیہم السلام کو "رسالت" کے منصب پر سرفراز کرنے کا ذکر

آتا ہے وہاں یہی کہا جاتا ہے کہ ان کو "علم" بخشا گیا۔ مثلاً حضرت ابراہیم سے نبوت کا اعلان اس

طرح کرایا جاتا ہے:

يٰٓاَبَتِ اِنِّىْ قَدْ جَآءَنِىْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِىْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا۔ (۱۹ : ۳)

اے پدر عزیز یقین جان کہ میرے پاس وہ علم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا۔ لہذا تو میری پیروی کر میں تجھے سیدھے راستہ پر چلاؤنگا۔

لوط علیہ السلام کو نبوت بخشنے کا ذکر اس طرح کیا جاتا ہے:۔

وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا (۲۱ : ۵)

اور لوط کو ہم نے قوت فیصلہ اور علم بخشا۔

حضرت موسیٰ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا (۲۸ : ۲)

اور جب وہ اپنی پوری جوانی کو پہنچا اور پورا آدمی بن گیا تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم عطا کیا۔

داؤد و سلیمان علیہما السلام کے نبوت پر سرفراز ہونے کا ذکر بھی اسی طرح کیا جاتا ہے

وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا (۲۱ : ۶)

ان میں سے ہر ایک کو ہم نے حکم اور علم عطا کیا۔

نبی عربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جاتا ہے۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ

اور اگر تم نے اس علم کے بعد جو تمہارے پاس آیا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ۔ (۲: ۱۴۳)

ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ سے تم کو بچانے والا کوئی حامی و مددگار نہ ہوگا۔

منصب رسالت، اور عام رہنماؤں کے مقابلہ میں رسول کے امتیازی مقام کی توضیح کے بعد اب ہمیں ان اصولی امور کی طرف توجہ کرنی چاہیئے جو رسالت کے بارے میں قرآن مجید نے پیش کئے ہیں۔

ایمان باللہ اور ایمان بالرسل کا تعلق

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جب رسول کے پاس علم کا ایسا ذریعہ ہے جو عام لوگوں کو حاصل نہیں ہے، اور خدا کی طرف سے اس کو بصیرت کا وہ نور عطا کیا گیا ہے جس سے عام انسان محروم ہیں، تو خدا کے بارے میں صرف وہی اعتقاد صحیح ہو سکتا ہے جو رسول نے پیش کیا ہے۔ اگر کوئی شخص خود اپنے غور و فکر یا دوسرے عقلاء و حکماء کی تعلیمات پر کوئی اعتقاد قائم کرے تو نہ صرف خدا کے بارے میں اس کا عقیدہ درست نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ان دوسرے امور ماوراء طبیعت کے بارے میں بھی کوئی سچی واقفیت بہم نہیں پہونچا سکتا جو دین کے بنیادی مسائل سے تعلق رکھتے ہیں اور عام انسانی عقل کی دسترس سے باہر ہیں۔ پس جملہ ایمانیات اور معتقدات کی صحت کا کلی انحصار ایمان بالرسل پر ہے اور یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ ہم اس واسطہ سے قطع تعلق کر کے علم صحیح سے دامن فکر کو وابستہ کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں جگہ جگہ ایمان بالرسل پر زور دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا (‏[illegible])

اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرتابی کی تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا اور انہیں بڑی بری سزا دی جس سے انہوں نے اپنے کئے کا مزا چکھ لیا اور آخرکار ان کا انجام نامرادی رہا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (۴:۲۱)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانیں گے اور بعض سے انکار کریں گے، اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان کوئی راہ نکالیں وہ یقیناً کافر ہیں۔ اور کافروں کے لئے ہم نے ایک رسواکن عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور ان میں سے کسی کے درمیان انہوں نے تفریق نہ کی ان کو عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے اجر عطا فرمائے گا اور اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (۴:۱۷)

اور جو شخص ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول سے جھگڑا کرے اور ایمان لانے والوں کے راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے پر چلے اس کو ہم اسی راستے پر پھیر دیں گے جس پر وہ خود پھر گیا ہے اور آخر کار اسے جہنم میں جھونک دیں گے اور یہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

یہ اور ایسی ہی سینکڑوں آیات ہیں جن میں صاف صاف کہا گیا ہے کہ ایمان باللہ اور ایمان بالرسل کا تعلق ناقابلِ انقطاع ہے۔ جو شخص خدا کے رسولوں کا انکار کرتا ہے، اور ان کی تعلیم کو قبول نہیں کرتا، وہ چاہے خدا کو مانے یا نہ مانے دونوں حالتوں میں اس کی گمراہی یکساں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیونکہ خدا کے بارے میں جو اعتقاد علم کے بغیر قائم کیا جائے گا وہ ہرگز صحیح نہیں ہوگا خواہ وہ عقیدۂ توحید ہی کیوں نہ ہو۔

وحدت کلمہ دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ صرف ایمان بالرسل ہی وہ چیز ہے جو بنی نوع انسان کو ایک عقیدہ پر جمع کر سکتی ہے۔ اختلاف کی بنا دراصل جہالت ہے لوگ جس چیز کی حقیقت سے واقف نہ ہوں گے اس کے متعلق گمان کی بنا پر قیاس آرائیاں کریں گے اور لامحالہ ان کے درمیان اختلاف رائے ہوگا؛ کیونکہ گمان اور قیاس کی مدد سے رائے قائم کرنا بالکل ایسا ہی ہے، جیسے اندھیرے میں ٹٹولنا۔ جہاں روشنی نہ ہوگی وہاں پچاس آدمی ایک چیز کو ٹٹول کر پچاس مختلف رائیں ظاہر کریں گے مگر روشنی آنے کے بعد کوئی اختلاف باقی نہ رہے گا اور سب آنکھوں والے ایک ہی نتیجہ پر متفق ہو جائیں گے پس جب انبیاء علیہم السلام کو "علم" کی نعمت اور بصیرت کے "نور" سے بہرہ ور کیا گیا ہے، تو ممکن نہیں ہے کہ ان کی آراء میں اختلاف ہو، ان کی تعلیمات میں اختلاف ہو، یا ان کے طریقوں میں اختلاف ہو۔ اس لئے قرآن مجید کہتا ہے کہ تمام انبیاء ایک ہی گروہ ہیں، سب کی تعلیم ایک ہے، سب کا دین ایک ہے، سب ایک ہی صراط مستقیم کی طرف بلانے والے ہیں، اور مومن کے لئے سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جو شخص انبیاء میں سے کسی ایک نبی کی بھی تکذیب کرے گا وہ گویا تمام انبیاء کی تکذیب کا مجرم ہوگا۔ اور اس کے دل میں ایمان باقی نہ رہے گا؛ کیونکہ جس تعلیم کو وہ جھٹلا رہا ہے وہ محض اس ایک نبی کی تعلیم نہیں ہے بلکہ بجنسہٖ وہی تعلیم تمام انبیاء کی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ	خدا نے پیغمبروں سے فرمایا کہ اے پیغمبرو! پاک چیزوں
اعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ	میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ تم جو کچھ کرتے ہو اسے
وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا	میں جانتا ہوں۔ اور یقیناً تمہارا گروہ دراصل ایک
رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ	ہی گروہ ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس تم مجھ سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دُبُرًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (۲۳:۴) ڈرتے رہو مگر بعد میں لوگوں نے آپس میں اختلاف کر کے اپنے مذہب الگ الگ بنا لئے، اور اب حال یہ ہے کہ جس گروہ کے پاس جو چیز ہے اسی پر وہ خوش ہے۔

اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَيْنَا اِلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِيْسٰى وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ ۚ وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۚ وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا (۴: ۲۳) اے محمدؐ! ہم نے اسی طرح تمہاری طرف وحی بھیجی ہے جس طرح ہم نوح اور اس کے بعد کے نبیوں کی طرف بھیج چکے ہیں، اور اسی طرح ہم نے ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق اور یعقوب اور آل یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی بھیجی اور داؤد کو زبور عطا کی۔ اور ہم ہی نے وہ رسول بھی بھیجے جن کا حال ہم اس سے پہلے تم کو بتا چکے ہیں اور وہ رسول بھی جن کا حال تم سے بیان نہیں کیا۔ اور تم سے پہلے اللہ تعالیٰ موسیٰ سے بھی کلام کر چکا ہے۔

یہ اور ایسی ہی بہت سی آیات ظاہر کرتی ہیں کہ تمام انبیاء ایک ہی دین حق کی طرف بلانے آئے ہیں اور وہ ہر قوم کی طرف بھیجے جا چکے ہیں۔ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ (۱۰: ۵) وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (۱۳: ۱) ان میں سے جن نبیوں کا ذکر قرآن مجید میں تصریح کے ساتھ کیا گیا ہے ان پر تو تصریح کے ساتھ ایمان لانا ضروری ہے رہے وہ انبیاء و ہادیان امم جن کے نام ہمیں نہیں بتائے گئے ہیں تو ان کے متعلق صحیح اعتقاد یہ ہے کہ وہ سب اسلام ہی کے داعی تھے مگر قوموں نے ان کی تعلیمات کو بدل دیا اور "آپس میں اختلاف کر کے اپنے الگ الگ مذہب بنا لئے"۔ ہم بودھ اور کرشن اور زردشت، اور کنفیوشس وغیرہم کو نبی اسلئے نہیں کہہ سکتے کہ ان کے متعلق قرآن میں تصریح نہیں ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ کے رسول ہندوستان، چین، جاپان، ایران، افریقہ، یورپ اور تمام ممالک میں آئے ہیں۔ اور سب نے اسی اسلام کی طرف دعوت دی ہے جس کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں پس ہم کسی قوم کے پیشوایان مذہب کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ ان غلط طریقوں کی تکذیب کرتے ہیں جو اسلام کی صراط مستقیم سے ہٹ گئے ہیں۔

انبیاء کے متعلق قرآن کی یہ تعلیم بے نظیر ہے کسی مذہب میں ایسی تعلیم موجود نہیں ہے۔ یہ صداقت قرآنی کی روشن دلیل ہے اور بنی نوع انسانی کے لئے اس میں اتفاقِ عالم اور وحدت کلمہ کا ایک سکون بخش پیغام مضمر ہے۔

اتباع واطاعت رسول رسالت کے اعتقاد کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ نہ صرف عقاید اور عبادات میں بلکہ زندگی کے تمام عملی مسائل میں بھی اس طریقہ کی پیروی کی جائے جس پر خدا کے رسول چلے ہیں، کیونکہ خدا نے جس "علم" اور نور بصیرت سے ان کو بہرہ ور فرمایا تھا اس سے غلط اور صحیح طریقوں کا فرق یقینی طور پر انھیں معلوم ہو جاتا تھا، اس لئے وہ جو کچھ ترک یا اختیار کرتے تھے، اور جو کچھ حکم دیتے تھے، وہ سب خدا کی طرف سے تھا۔ عام انسان سالہا سال بلکہ قرنہا قرن کے تجربات کے بعد بھی غلط اور صحیح کے امتیاز میں پوری طرح کامیاب نہیں ہوتے، اور جو تھوڑی بہت کامیابی نصیب ہو بھی جاتی ہے تو وہ یقین کامل کی ٹھوس بنیادوں پر قائم نہیں ہوتی، بلکہ اس کی بنا محض قیاس و استقراء پر ہوتی ہے جس میں بہرحال غلطی کا اندیشہ باقی رہتا ہے۔ بخلاف اس کے انبیاء علیہم السلام نے زندگی کے معاملات میں جو طریقے اختیار کئے اور جن پر چلنے کی تعلیم دی، وہ "علم" کی بنا پر اختیار کئے گئے تھے اس لئے ان میں غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید بار بار انبیاء کی اطاعت اور ان کے اتباع کا حکم دیتا ہے ان کے قائم کئے ہوئے طریقے کو شریعت اور منہاج اور صراط مستقیم کہتا ہے، اور تاکید کرتا ہے کہ تمام دوسرے طریقوں کو چھوڑ کر اور تمام دوسرے لوگوں کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اتباع ترک کرکے صرف انبیاء کا اتباع کرو اور انہی کے طریقے پر چلو، کیونکہ ان کی اطاعت عین خدا کی اطاعت ہے، اور ان کا اتباع عین مرضات الٰہی کا اتباع۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (۴ : ۹)

اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اسی لیے بھیجا ہے کہ بحکم خدا اس کی اطاعت کی جائے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (۴ : ۱۱)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ (۳ : ۴)۔

اے محمد کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تم سے محبت کریگا اور تمہارے گناہ بخش دیگا، اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ کہو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر وہ روگردانی کریں تو یقین رکھو کہ اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ – (۸ : ۳)

اے ایمان لانے والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے ہرگز روگردانی نہ کرو۔ یہ بات خوب سن رکھو۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ کچھ نہیں سنتے۔ اللہ کے نزدیک بدترین جانور وہ بہرے گونگے ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔ (۳۳ : ۵)

کسی مومن مرد کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ جب کسی معاملہ کا فیصلہ اللہ اور اس کا رسول کر دے تو ان کے لئے اپنے معاملہ میں خود کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار باقی رہے اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ صریح گمراہی میں گر گیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فَاِنۡ لَّمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَكَ فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا يَتَّبِعُوۡنَ اَهۡوَآءَهُمۡ‌ؕ وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰٮهُ بِغَيۡرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ (۲۸: ۵)

پھر اگر وہ تیری بات نہ مانیں تو جان لے کہ محض اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جس نے خدا کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کی پیروی کی۔

ایسی اور بیسیوں آیات ہیں جن میں اتباع و اطاعت رسول پر زور دیا گیا ہے۔ پھر سورہ احزاب میں اس امر کی تصریح کر دی گئی ہے کہ رسول اللہ کی زندگی ان لوگوں کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ ہے جو اللہ سے بخشش کی اور یوم آخر میں کامیابی کی امید رکھتے ہیں۔ لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنۡ كَانَ يَرۡجُوا اللّٰهَ وَالۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيۡرًا ؕ (۳)

عقیدہ رسالت کی اہمیت

اطاعت و اتباع کے ان احکام کے ساتھ رسالت کا عقیدہ در حقیقت اس تہذیب کی جان اس کی روح حیات اور قوت بقا، اور اس کے امتیازی خصائص کی بنائے اصلی ہے جسے اسلام نے قائم کیا ہے۔ ہر تہذیب اور نظام تمدن میں تین چیزیں اساس کا حکم رکھتی ہیں۔ ایک طریق فکر۔ دوسرے اصول اخلاق، تیسرے قوانین مدنی۔ دنیا کی تمام تہذیبوں میں یہ تینوں چیزیں تین مختلف ذرایع سے آتی ہیں۔ طریق فکر ان مفکرین اور اہل حکمت کی تعلیمات سے ماخوذ ہوتا ہے جنہوں نے کسی نہ کسی وجہ سے بڑے بڑے انسانی گروہوں کی ذہنیت پر قابو پا لیا ہے۔ اصول اخلاق ان رہنماؤں، مصلحوں، اور پیشواؤں سے لئے جاتے ہیں جن کو مختلف زمانوں میں خاص خاص قوموں پر اقتدار حاصل ہوا ہے اور قوانین مدنی کے وضع کرنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی مہارت پر زندگی کے مختلف شعبوں میں اعتماد کیا جاتا ہے اس طرح سے جو نظام تمدن قائم ہوتا ہے اس میں لازمی طور پر تین بنیادی خامیاں پائی جاتی ہیں۔

اول ان تین مختلف ذرایع سے جو عناصر فراہم ہوتے ہیں ان سے ایک ایسی معجون مرکب تیار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوتی ہے جس کا مزاج کہیں صدیوں میں جاکر قائم ہوتا ہے، اور پھر بھی بہت سی بے ربطیاں، بے اعتدالیاں اور نامناسبتیں باقی رہ جاتی ہیں۔ متفکرین اور اہلِ حکمت بہت سے ہیں، سب کے طریق فکر جدا جدا اور ایک دوسرے سے اصلاً مختلف ہیں؛ اور عموماً وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کو کبھی انسانی زندگی کے عملی مسائل سے کسی قسم کا مس نہیں رہا ہے، بلکہ ان میں سے اکثر تو اپنی مردم بیزاری کے لئے مشہور رہے ہیں۔ اس ماخذ سے اہلِ دنیا اپنا طریق فکر حاصل کرتے ہیں۔ دوسرا عنصر جس گروہ سے لیا جاتا ہے اس میں بھی انفرادی تخیلات و افکار اور ذہنیتوں کے اعتبار سے کافی اختلاف پایا جاتا ہے اور اگر اس گروہ میں کوئی شئے مشترک ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ اس کے تمام افراد تخیل کی دنیا میں رہنے والے اور پرجوش جذباتی لوگ ہیں جو ٹھوس عملی مسائل سے بہت ہی کم تعلق رکھتے ہیں رہا تیسرا عنصر تو اس کے ماخذ بھی باہم مختلف ہیں۔ اور ان میں یہ چیز مشترک ہے کہ جذبات لطیف کی ان کے اندر بہت کمی ہے ضرورت سے زیادہ عملیت نے ان کو قسی القلب اور خشک بنادیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے متضاد عناصر میں صحیح اور معتدل امتزاج قائم ہونا بہت مشکل ہے اور ان کا تضاد اپنا رنگ نمایاں کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

۲- ان ذرائع سے جو عناصر ثلاثہ حاصل ہوتے ہیں ان میں نہ طول حیات کی قوت ہوتی ہے اور نہ توسّع کی استعداد۔ مختلف قوموں پر مختلف مفکروں، رہنماؤں اور مقننوں کے اثرات پڑتے ہیں اور ان کی وجہ سے ان کے طریقہائے فکر، اصول اخلاق اور قوانین مدنی میں اصولی اختلافات واقع ہوجاتے ہیں۔ پھر ایک قوم پر بھی تمام زمانوں میں انہی مخصوص مفکروں، رہنماؤں اور مقننوں کا اثر قائم نہیں رہتا جنہوں نے ابتدا میں اس پر اثر ڈالا تھا، بلکہ اختلاف زمانہ کے ساتھ یہ مؤثرات اور ان کے اثرات بدلتے رہتے ہیں۔ اس طرح تہذیبیں ایک طرف تو قومی بن جاتی ہیں، اور ان کے اختلاف سے قومیتوں کا وہ اختلاف برانگیختہ ہوتا ہے جو دراصل خرمن امن کو پھونک دینے والی بجلی کا ہیولیٰ ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور دوسری طرف ہر قوم میں بھی بجائے خود تہذیب و تمدن کا نظام دائماً ایک سیمابی کیفیت میں رہتا ہے اور اس میں ایک خطِ مستقیم پر نشو و نما ہونے کے بجائے ہمیشہ اساسی تغیرات واقع ہوتے رہتے ہیں۔ جن کا سیلان کبھی ارتقا کی جانب ہوتا ہے اور کبھی انقلاب کی جانب۔

۳۔ عناصر ثلاثہ کے ان مبادی میں سے کسی میں بھی تقدس کا شائبہ نہیں ہوتا۔ قوم اپنے مفکرین سے جو طریق فکر، رہنماؤں سے جو اصول اخلاق، اور واضعین قانون سے جو قوانین مدنی لیتی ہے وہ سب انسانی اجتہاد کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اور ان کے نتیجۂ اجتہاد انسانی ہونے کا خود ان کے متبعین کو بھی احساس رہتا ہے، اس کا لازمی اثر یہ ہے کہ اتباع کبھی کامل نہیں ہوتا .... متبعین اپنے انتہائی اتباع کی حالت میں بھی ایمانی کیفیت سے متکیف نہیں ہونے پاتے۔ وہ خود یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی تہذیب کے عناصر اصلیہ میں غلطی کا امکان اور اصلاح کی ضرورت ہے۔ پھر تجربات بھی رفتہ رفتہ ان کی غلطیاں ثابت کرتے رہتے ہیں، جن سے شک اور تذبذب کی حالت رونما ہو جاتی ہے اس طرح کبھی کسی طریق فکر یا اصول اخلاق یا اصول قانون کو قوم پر اپنی پوری گرفت قائم کرنے اور نظام تمدن کو مستحکم کر دینے کا موقع نہیں ملتا۔

ایمان بالرسول کی بنیاد پر جو تہذیب قائم ہوئی ہے وہ ان تینوں خرابیوں سے پاک ہے اولاً اس میں تہذیب کے تینوں عنصر ایک ہی مبدا سے آتے ہیں ایک ہی شخص طریق فکر بھی مقرر کرتا ہے، اصول اخلاق بھی متعین کرتا ہے، اور قوانین مدنی کے اصول بھی وضع کرتا ہے۔ وہ بیک وقت دنیائے فکر، عالم اخلاق اور جہان عمل تینوں کا صدر انجمن ہوتا ہے، تینوں کے مسائل پر اس کی نظر یکساں رہتی ہے، اس میں تفکر، جذبات لطیف، اور حکمت عملی تینوں کی ایک معتدل آمیزش ہوتی اور ان تینوں عنصروں میں سے ہر ایک کی مناسب مقدار لے کر [illegible] اس شان شامل کر دیتا ہے کہ کسی جز میں کمی بیشی نہیں ہوتی، اجزا میں کوئی باہم بے ربطی اور نامناسبت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں پائی جاتی، اور مرکب کا مزاج غایت درجہ معتدل ہوتا ہے۔ یہ امر درحقیقت انسان کی استطاعت سے بالاتر ہے۔ فاطر کائنات کی ہدایت کے بغیر اس کا انجام پانا کسی طرح ممکن نہیں۔

ثانیاً اس میں کوئی عنصر قومی یا زمانی نہیں ہوتا۔ خدا کا رسول، جو طریق فکر، جو اصول اخلاق اور اصول قانون مقرر کرتا ہے وہ قومی رجحانات یا زمانی خصوصیات پر نہیں بلکہ صداقت اور حق پر مبنی ہوتے ہیں، اور حق وصداقت وہ شئے ہے جو مشرق اور مغرب، سیاہ اور سپید، سامی اور آرین، قدیم اور جدید کے جملہ قیود سے بالاتر ہے۔ جو چیز سچی اور برحق ہے وہ دنیا کے ہر گوشے، دنیا کی ہر قوم، اور وقت وزمانہ کی ہر گردش میں یکساں سچی اور برحق ہے۔ آفتاب جاپان میں بھی آفتاب ہے اور جبل الطارق میں بھی۔ ہزار برس پہلے بھی آفتاب تھا اور ہزار برس بعد بھی آفتاب ہی رہے گا۔ پس اگر کوئی تہذیب عالمگیر بشری اور دائمی تہذیب بن سکتی ہے تو وہ رسول خدا کی قائم کی ہوئی تہذیب ہی ہے اور اسی میں یہ قابلیت موجود ہے کہ اپنے اصول واساس کو بدلے بغیر ہر ملک، ہر قوم اور ہر زمانے کے مناسب حال ہو سکتی ہے

ثالثاً یہ تہذیب پوری تقدس کی شان لئے ہوئے ہے، اس کا متبع یہ اعتقاد بلکہ ایمان رکھتا ہے کہ جس نے اس تہذیب کو قائم کیا ہے وہ خدا کا رسول ہے، اس کے پاس خدا کا بخشا ہوا علم ہے اس کے علم میں شک کا شائبہ تک نہیں (لَا رَیْبَ فِیْهِ) اس کی باتوں میں نہ ظن وتخمین کو دخل ہے اور نہ ہوائے نفس کو، وہ جو کچھ پیش کرتا ہے خدا کی طرف سے پیش کرتا ہے، اس کے بھٹک جانے اور غلط راستوں پر چل نکلنے کا کوئی امکان نہیں، مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی (۵۳: ۱)۔

یہ یقین وایمان جب متبع رسول کے رگ وپے میں سرایت کر جاتا ہے تو وہ پورے اطمینان قلب کے ساتھ رسول کا اتباع کرتا ہے۔ اس کے دل میں کوئی شک اور تذبذب نہیں ہوتا۔ اس کے دل میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اندیشہ کبھی خلجان پیدا نہیں کرتا کہ شاید یہ طریقہ صحیح نہ ہو۔ کوئی اور راستہ برحق یا کم از کم اس سے زیادہ بہتر ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسی تہذیب غایت درجہ پائدار ہوگی۔ اس کا اتباع نہایت مضبوط ہوگا۔ اس میں دنیوی تہذیبوں سے زیادہ ڈسپلن پایا جائیگا۔ اس کے طریق فکر، اصول اخلاق اور قوانین مدنی میں زیادہ استحکام ہوگا۔

انبیاء علیہم السلام اسی تہذیب کے معمار تھے۔ صدیوں تک وہ دنیا کے ہر خطے میں اس کے لئے زمین تیار کرتے رہے۔ اور جب زمین پوری طرح تیار ہوگئی تو محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آکر اس کی عمارت مکمل کر دی۔ (باقی)

© rasailojaraid.com